

غزالی اور آداب معاشرت

کھانے پینے کے مسائل

اس میں شبہ نہیں کہ جہان تک مذہب کے نصب العین اور مقاصدِ عالیہ کا تعلق ہے، اصل چیز تو یہ ہے کہ انسان ویدارِ الہی کی نعمت سے بہرہ مند ہو سکے۔ اور اللہ کے نفاذ کا اپنے آپ کو سزاوار ثابت کر سکے۔ لیکن کھانے پینے کے مسائل اور جزئیات کا تعلق چونکہ اس نصب العین کے ساتھ بالواسطہ ہے اس لیے ان کی تفصیلات بھی بیان کرنا ضروری ہے۔ یہ تعلق کیونکر بالواسطہ اس نصب العین کو قریب تر اور سہل کر دیتا ہے۔ اس کو یوں سمجھیے کہ علم و عمل کے بغیر تقاریر اور انفصال کی یہ نعمت حاصل ہونے والی نہیں۔ اور علم و عمل کی استوریوں موقوف میں اس پر کہ جسم توانا اور تندرست ہو۔ اور یہ توانائی چاہتی ہے کھانے پینے کی ایک مخصوص مقدار اور کیفیت کو۔ لہذا عمل و علم کا ایک جز یہ کھانا پینا بھی ہوا۔ اسی حقیقت کی طرف ایک بزرگ نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے:

الْأَكْلُ مِنَ الدِّينِ - کھانا پینا بھی دین میں داخل ہے۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس پر قرآن نے روشنی ڈالی ہے:

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ، وَاسْتَلُوا أَهْلَ الْحَا - مومنو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

غرض یہ ہے کہ ہمارا کھانا پینا جہانِ انات کی طرح آزادانہ نہیں ہے کہ جب چاہیں اور جس طرح چاہیں کھائیں پئیں بلکہ اس پر کچھ پابندیاں اور قیود عائد ہوتی ہیں۔ اور اس کے کچھ آداب و سنن اور طریق

مقرر ہیں اس لیے کہ عیوانات جو کھا سکتے پیتے ہیں تو صرف اس لیے کہ ان کی فطرت حیوانی کا تقاضا ہے اور ہمارا کھانا پینا علاوہ ان کے اس تقاضا کے لیے بھی ہے کہ ہم اطاعتِ الہی کے لائق ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کھانے پینے میں ہم شریعت کے قواعد و اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہیں تو اس پر ہمیں اللہ کی طرف سے اجر و صلہ بھی ملتا ہے۔ اگرچہ اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے جسمانی تقاضوں کو پورا کیا ہے اور کوئی مذہبی اور دینی خدمت انجام نہیں دی جیسا کہ حدیث میں ہے:

ان الرجل لیوجر حتی فی اللقمة التی
انسان کو اس لقمہ پر بھی اجر ملتا ہے جو وہ اٹھائے
اپنے منہ میں ڈالتا ہے یا اپنی بیوی کے منہ میں
ڈالتا ہے۔

کھانے سے پہلے جن آداب اور شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ وہ سات ہیں؛
کھانا حلال و طیب، اور پاکیزہ ہو

اول: کھانا حلال اور طیب ہو اور ایسے ذرائع سے حاصل نہ کیا گیا ہو جو شرعاً ممنوع ہیں۔ یا
جن میں کوئی کسابت بائی جاتی ہے۔ اگر کمال کی اہمیت کس درجہ زیادہ ہے۔ اس کا اندازہ اس کے
رکنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں غسل شمس سے روکا ہے ہاں اس کا آغاز اس طرح کیا ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ
بیتکم بالباطل۔

اس کے بعد فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ۔ اور اپنے درمیان قتل و فساد کی آگ نہ جلاؤ۔

اس کا یہ معنی ہے کہ حرام خونی قتل نہیں سے بھی زیادہ مجرمانہ فعل ہے۔

ثانی: کھانا دھو کر چاہیے اور کھانے کو کچھ پتہ نہیں کہ ان سے کیا کیا کام لیا گیا ہے۔ یا کس کس نوع

کی لاشوں سے یہ آلودہ ہو۔ لہذا پاکیزگی اور نظافت کا یہ تقاضا ہے کہ کھانے سے پہلے ہمارے ہاتھ کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیا جائے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد و گراہی ہے:

الرضوء قبل الطعم ثم ینفی الفحشاء
و بعد ینفی اللحم۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لینا فحشاء کو دور کرتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو لینے سے جھڑکا کا عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔

ثالث: دسترخوان بچائے منبر اور چوکی کے زمین پر بچھایا جائے۔ حضرت انس بن مالک کا کہنا ہے:

مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى رِخْوَانٍ وَلَا فِي سَكْرَةٍ

آنحضرتؐ نے نہ تو کبھی چوکی پر رکھ کر کھانا تناول فرمایا اور نہ کھانا میں سجا کر۔

اس انداز کو آنحضرتؐ نے اس لیے پسند فرمایا کہ اس میں قواضع کی بھانک پائی جاتی ہے۔ کھانے کے سلسلے میں آنحضرتؐ کے بن گن خمیزوں میں تغیر پیدا ہوا۔ اس کو ایک صاحب نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

أدبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
على الميامين والمنافل والاشنان المشبع

آنحضرتؐ کے بعد بار بار بدعات ظہور پذیر ہوئیں کھانے کی چوکھانیاں چھلنی، اشنان اور بھر سیٹ کھانا۔

تاریخی نقطہ نظر سے قرآن پاروں کا بدعات ہونا صحیح ہے کیونکہ یہ مشرفاً بھی بدعات ہیں؟ یہ مسئلہ قدر سے توضیح کا متقاضی ہے۔ جو ان تک چوکی پر کھانا رکھ کر کھانے کا تعلق ہے۔ سب سے پہلی پریشانی اس میں کوئی دینی قباحت نہیں معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا مقصد تو صرف اسی قدر ہے کہ کھانا سطح زمین سے ذرا اونچا ہو جائے تاکہ کھانے میں آسانی رہے۔ اس میں تشبیہ نہیں کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں میز یا چوکھانیاں کا رواج نہ تھا۔ اگر اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ بدعت یا میراثی ہے۔ اس لیے کہ بدعت کا اطلاق ہر کام

پر نہیں ہونا چاہیے وہ نیا ہی ہو۔ بلکہ ایسے نئے کاموں کو بدعت سے تعبیر کریں گے جن میں کسی سنت ثابتہ کی مخالفت پائی جائے جس سے یا کسی امر شرعی کا رفع لازم آئے۔ جب کہ اس کا باقی رکھنا ضروری ہو۔

ہر نئی اور مجرب شدہ بدعت نہیں

ہمارے نزدیک تو محدثات امور میں فی نفسہ کوئی برائی نہیں۔ یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی تو حالات کی تبدیلیوں سے یہ محدثات ضروری اور واجب ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یا میز پر کھانا کھانے میں اس چیز کا البتہ خیال رہنا چاہیے کہ اس سے مقصود تقسیم اور آسانی ہے۔ تکبیر اور غرور یا شان و شکوہ کا اظہار نہیں۔

اشنان یا سادون ایسی چیزوں کے استعمال میں جس سے ہاتھ بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ اور ہر نوع کی آلائش دور ہو جاتی ہے، نہ صرف یہ کہ کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا امتحان ہے۔ کیونکہ جس قدر ان کے استعمال سے صفائی مستقراتی حاصل ہو سکتی ہے وہ خانی پانی ڈال دینے یا ہاتھ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ان حضرت کے زمانے میں ان چیزوں کا رواج نہیں تھا۔ تو کسی دینی یا شرعی قباحت کے پیش نظر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے دوسرے کئی اسباب تھے۔ مثلاً یہ کہ لوگ اس کے عادی نہ تھے۔ یا ان کو یہ چیزیں میسر نہ تھیں۔ اور یا اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کے سامنے اس سے بھی زیادہ آہم اور توجہ طلب امور تھے کہ جن کی انجام دہی میں یہ ان پھوٹی پھوٹی باتوں کا خیال نہیں رکھ پاتے۔

چھلنی کو بھی اسی پر خیال کیجیے۔ اس کے استعمال میں بھی قلعہ گونی قباحت نہیں۔ یہ بھی از قبیل مسابہ ہے۔ بشرطیکہ اس سے تنہم مفرط کے داعیات نہ ابھرتے ہوں۔ اور عرض صرف جو کھر کو آنے سے الگ کرنا ہو۔ ہاں جبر بیٹ کھانا ضرور مفاردا کا حامل ہے۔ اس سے طرح طرح کی بیماریاں جسم میں پیدا ہوتی ہیں علاوہ ازیں یہ شہوات و جذبات میں تحریک و تہیج پیدا کرتا ہے۔

بیٹھنے کا انداز

رابع: کھانے سے پہلے بیٹھنے کا آسان اور عمدہ سا انداز اختیار کریں۔ اور پھر اس پر قائم رہیں۔

آن حضرت کا معمول یہ تھا کہ آپ کبھی تو اکرکڑوں بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے۔ اور کبھی یک زانو ہو کر۔ اور بہر حال ایسی وضع اور انداز ہرگز اختیار نہ کرے کہ جس میں کبر و غرور کے آثار پائے جائیں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

انما اتعبدوا کلکما
یا کل العبد و اجلس کما
یعلمن العبد -
میں تو اللہ کی ایک غلام ہوں۔ اس لیے اسی طرح کھاتا ہوں
جس طرح کہ ایک غلام کھاتا ہے۔ اور اسی طرح بیٹھتا ہوں
جس طرح ایک غلام بیٹھتا ہے۔

ٹیک لگا کر کھانا پینا ممنوع ہے اور سدا کے لیے حضر بھی ہے۔ ہاں اگر تغزل کی قسم کی کوئی چیز ہو تو لینے لینے بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

کھانے کا مقصد

خاص: کھانے کا مقصد یہ قرار دے کہ اس طرح جسم میں جو قوت پیدا ہوگی اس کو اطاعت الہی میں صرف کروں گا۔ تہ ذوق تنعم کو نصب العین نہ قرار دے۔ اہل حق کا یہی وسیلہ رہا ہے۔ انبیا ہیم بن شعبان نے اسی بنا پر کہا ہے:

منذ نشأ بین ستمہ ما اکلن
شبیئاً لثیقاً
اسی برس سے میرا یہ معمول ہے کہ خواہشات جسم کو پورا کرنے کے لیے کھانا نہیں کھایا۔

لیکن یہ غرض اس وقت پوری ہوتی ہے جب انسان اس کے ساتھ ساتھ تعالیٰ غذا کا بھی عادی ہو کہ چونکہ بھر پیٹ کھانا کھانے سے عبادت میں وہ ذوق و نشاط پیدا نہیں ہو پاتا جو ہونا چاہیے یہی مطلب ہے اس حدیث کا:

ما ملأ آدمی و علاً شراً
من یطعمہ حسب ابن آدم لقیبات
یقنن صلیہ فان لم یصل فثلث
ابن آدم بطن کے فراغوں کو جو پُر کرنا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں۔ اسے تو چند لغزوں پر ہی قناعت کرنا چاہیے جو اس کی پشت کو سیدھا رکھے جس پر وہی

طعام و ثلث شراب و ثلث اور اگر اتنا نہ کر کے تو پھر ایک تہائی حصہ کھانے کے

لیئے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے رہنے دے۔ (نفس - ۱۱)

اور یہ اس وقت ہوا ہے گا جب شدید بھوک سے پہلے انسان کھانے کی طرف مائل نہ بڑھائے۔ اور پھر سیر نہ ہوا اور سرد نہ ہوا اور سرد نہ ہوا اور سرد نہ ہوا۔ قلیل غذا سے قناعت پیدا ہوگی۔ اور طبیعت عبادت کے لیے تیار اور لگی چلکی رہے گی۔ علاوہ ازیں اس کا بہت بڑا طبی فائدہ یہ ہے کہ انشاء اللہ اس کے بعد طبیعت و معالجہ کی منت کشی کی بہت کم ضرورت رہے گی۔

تکلفات سے پرہیز

سادس: محض پرہیز کے لیے اور تکلفات و تمنیات کا متناظر نہ ہو۔ سنتے کہ ترک اور چٹنی تک کی پروا نہ کرے۔ کیونکہ کھانے کی جو مقدار اور نوعیت بھی جسم میں فی الجملہ قوت پیدا کرتی ہے اور انسان کو عبادت و اطاعت کے قابل بنا دیتی ہے وہی بہت ہے۔ بلکہ ایسی غذا جائے خود ایک خیر ہے کہ جس کی تحقیر جائز نہیں۔ یہی سبب ہے کہ اگر کھانا مہجور ہو اور نماز کا وقت بھی ہو گیا تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے بشرطیکہ نماز کے وقت میں گنجائش اور وسعت پائی جاتی ہو۔ حدیث میں ہے:

اذا حضر العشاء فوالعشاء فادبر
ذابا العشاء۔
جب عشاء کا وقت ہو جائے اور عشاء کا کھانا مہجور ہو تو پہلے کھانا کھا لو۔

عبداللہ بن شتر سے روایت ہے کہ وہ اس شخص سے پوچھا کہ اگر عشاء تہمت ہے۔ یعنی بارگاہ ایسا ہو کہ قرأت کی آواز ان کے کانوں میں پہنچی اور وہ نماز کے لیے اسٹے نہیں بلکہ کھانے میں مشغول رہے۔ لیکن یہ شخص کوئی کبیر نہیں ہے۔ اگر کھانے کے لیے طبیعت میں رغبت نہ ہو اور نہ کھانے سے کوئی ضرر لاحق نہ ہو تو اس صورت میں تقدیم صلوات اولیٰ ہے۔ اور اگر تاخیر میں یہ خطرہ ہو کہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ یا ولی پر اس کا خیال بڑی طرح مستولی رہے گا اور نماز میں وہ سکون حاصل نہیں ہو سکے گا۔ نماز کی جان ہے تو اس صورت میں تقدیم طعام ہی میں بھلائی ہے۔

تنہا خوری سے اجتناب

سابع: تنہا کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے اور کوشش کرنا چاہیے کہ کچھ اور لوگ بھی اس میں شریک ہو جائیں جیسے بیوی بچے، دوست احباب وغیرہ۔ آل حضرت کا ارشاد ہے:

اجتمعوا علی طعامکم ویارواؤنکم
کھانا کھا ہوا تو اٹھا کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں
فیہ برکت عطا کرے گا۔

خود حضور کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ عموماً تنہا نہیں کھاتے تھے۔ حدیث میں ہے:

خیر الطعام ما کثرته علیہ
بہترین طعام وہ ہے جس میں کئی کھانے والے شریک
ہوں۔

الایلیٰ

کھانا کھانے کے آداب

سب سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔ جب کھانے سے فراغت ہو چکے تو الحمد للہ کہنا چاہیے اور اگر ہر ہر لقمہ پر بسم اللہ پڑھے تو کہاں کہنے۔ یہ بہترین عادت ہے۔ بسم اللہ بھر پڑھے تو اور بھی اچھا ہے تاکہ سننے والے کو بھی یاد دلائے۔ دائیں ہاتھ سے کھائے۔ لقمہ چھوڑنا اٹھائے اور خوب چبا چبا کر کھائے۔ اور جب تک پہلا لقمہ نکل نہ لے دوسرے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کھانے کی مذمت نہ کرے بلکہ جو بھی میسر ہو اس کو مستقیم بنائے اور اونٹنی ٹکڑے کا اظہار کیے بغیر کھائے۔ آل حضرت کا اس سلسلہ میں مہموی یہ تھا کہ کبھی کبھی کھانے کی تحقیر نہ فرماتے۔ بلکہ جو بھی سامنے دیا برات اسے بخوشی کھا لیتے۔ اور اگر کسی وجہ سے پسند نہ ہوتا تو میٹاں کا اظہار ہی نہ فرماتے۔ اور کھانے پر آمادہ ہی نہ ہوتے۔ کھانے کے ضروری آداب میں ایک یہ بھی ہے کہ کھانا کھاتے وقت انسان کا حصہ پرکتفا کرے جو اس کے سامنے ہو۔ ادھر ادھر ہاتھ چلانے سے گریز کرے۔ حدیث میں ہے:

کلّ منّا یدیک
اپنے سامنے سے کھاؤ

اگر دسترخوان پر مختلف قسم کے میوے رکھے ہوں تو پھر اس میں کوئی مضافت نہیں کہ حسبِ پسند جو چاہے اٹھائے اور کھائے۔

روٹی کے ساتھ ہاتھ نہیں پونچھنا چاہیے۔ یہ اس کے احترام کے منافی ہے۔ سالن اگر گرم ہو تو اسے پھونک پھونک کر ٹھنڈا کرنا بھی درست نہیں۔

پانی بھی جب پیئے تو گلاس یا کوزہ دائیں ہاتھ سے پکڑنا چاہیے۔ کھڑے کھڑے یا لیٹے لیٹے پینا چاہیے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نے کھڑے کھڑے پانی پیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ کسی عذر کی بنا پر ہو گا۔

کھانا یا پانی اگر کسی مجلس میں تقسیم کرنا ہو تو اس کو بھی داہنے ہاتھ سے شروع ہونا چاہیے۔ ایک ساتھ کھانا کھانے کے آداب

یہ تو آپ معلوم کر چکے کہ تمنا ضروری کوئی اچھا فعل نہیں ہے۔ اگر یہ بعض حالات میں اسے ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم اسلام میں ملا کر کھانے کو بہتر قرار دیتا ہے۔ اور اس کے آداب و شرائط کی تعیین کرتا ہے۔ وہ کیا آداب و شرائط ہیں؟ ان کا ہم یہاں مختصراً تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

۱۔ جب یہ معلوم ہو کہ مجلس میں کچھ لائقِ احترام بزرگ موجود ہیں تو خود آواز نہ کرے۔ بلکہ پیٹے ان بزرگوں کو موقع دے کہ وہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ ہاں اگر یہ صاحبِ نام نہ ہو اور لوگ منتظر ہوں کہ یہ شروع کرے تو ہم بھی شروع کریں تب اس صورت میں البتہ ان کو انتظار اور کثرتِ گفتار سے بچنا ضروری ہے۔

۲۔ کھانے وقت گفتگو، بات چیت، اور حکایاتِ صلحاء کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ چپ چاپ اور خاموشی سے کھانے میں مشغول رہنا علمِ کاشین ہے عربوں کا نہیں۔

۳۔ ہولگ کھانے میں شریک ہیں کہ شش کرے کہ کوئی حیران سے زیادہ نہ کھائے۔ بلکہ ایسا سے کام لے۔ یہ بہت ہی معمول ہے کسی کو کھانے پر مجبور بھی نہ کرے۔ ہاں دو تین مرتبہ کھانا ضروری ہے اس سے زیادہ کھانے کے معنی یہ ہیں کہ خواہ مخواہ اصرار کیا جا رہا ہے جو درست نہیں۔

۴۔ بعض لوگ کھانے میں اس درجہ بھجھکے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کو بار بار کھانے کے لیے کہنا پڑتا ہے یہ صحیح نہیں۔ بلا تکلف کھانا چاہیے۔ اور سقہ الامکان تصنیع سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص اس نیت سے کھانے پر بڑھ کر کھائے تو ہمارا ہنسنے کے دوسروں کی حوصلہ افزائی ہو۔ اور ان کی بھجھک دور ہو تو اس میں نہ صرف یہ کہ کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ اولیٰ ہے۔ عبد اللہ بن مبارک کا یہ سہول تھا کہ وہ زیادہ کھانے پر انعام مقرر کرتے۔ اور کہتے جو زیادہ خور سے کھائے گا میں اس کو فی حرام کے حساب سے اتنے ہی ورم و دل کا بے تکلفی سے کھانا کس درجہ بہتر ہے اس کے بارے میں جعفر صادقؑ کا یہ قول ملاحظہ ہو۔

نتیجۃ جودۃ مصیۃ الریحون ایک شخص کے دل میں اپنے بھائی کے لیے کتنی حسرت ہے
 لایخیه بحدۃ اکلہ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ اس کے گھر میں کس
 منزلہ ہے۔ یہ تکلف سے کھانا کھاتا ہے۔

۵۔ طشت میں مزہ باقہ و عذو ناجائز ہے۔ اگر کوئی تمہارا ہلو تو اس میں ناک شکنے اور صاف کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی اجنبی صحیح ہوں تو بھرا ناک شکنے اچھا نہیں۔ اس سے دوسروں کی طبیعت میں تلکد پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگ انترناشت کھانے بڑھاتے ہیں۔ اس میں کوئی خروج نہیں۔ اور اگر کوئی اس طرح کرے تو اس کو قبول کر لینا چاہیے۔ ساق سے اس کی مثال آتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ انس بن مالک اور حضرت ثابت بنانی کا ایک مجلس میں ان کھانے ہوئے حضرت انسؓ انرا راہ تو واضح ان کی طرف لٹتے بڑھیا۔ تو انھیں قبول کرنے میں تکلف ہوا۔ اس پر انھوں نے کہا:

اذا اکرسک اخوانک فاقبل جب آپ کا بھائی آپ کو کھانا دے تو اس کو
 کمامۃ قبول کر لینا چاہیے۔

بالخصوص اہل علم کا اس طرح کی مجالس میں خاص طور پر خیالی رکھنا چاہیے۔ ایک مرتبہ یارون الرشید نے ابو معاویہ کو اپنے ہاں دعوت دی۔ یہ آنکھوں سے موزور تھے۔ اس لیے انھیں ابو معاویہ الفری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جب ہاتھ دھلائے گا وقت آیا تو یارون الرشید نے خود ان کے ہاتھوں پر اپنی انڈلیا شروع

کیا جب یہ ہاتھ دھو چکے تو کسی سے ان سے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ خدمت کس لئے انجام دیا۔ جب انہوں نے کئی عرصے تک جواب دیا تو انہیں بتایا گیا کہ آپ کے ہاتھ دھلانے والے خلیفہ مارون الرشید تھے۔ اس پر انہوں نے دعا دی اور کہا۔

اَکْرَمَتِ الْعَالَمِ وَ اَجَلَلَتِهَا فَاصْبِرْ
اَللّٰهُ وَاکْرَمَ لَعْنَةٍ
آپ نے علم کا احترام کیا ہے اللہ آپ کے اکرام و اجالہ کو روز افزوں ترقی دے۔

سادا: کھانے کے دوران نہ کھو، تھوڑے طرف دیکھے اور نہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ ان کی نگہانی کر رہا ہے۔ اسی طرح جب تک تمام احباب کھانے سے فارغ نہ ہو لیں۔ کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائیے۔ اور دیکھو کہ نہ کبھی ہاتھ دھو لیں نہ کچھ نہ کچھ کھاتے رہے۔

سایح: اس چیز کا پورا پورا خیال رکھو کہ اس کے کسی عمل سے کھانے والے کو اہمیت و تکریم نہ کریں۔ مثلاً اگر منہ سے کوئی آواز نہ جائے تو اٹھنا ہے تو اپنا رخ پھیر لے اور بائیں طرف جھک کر اس طرح ڈال دے کہ دوسروں کی اس پر نظر نہ پڑے۔ اسی طرح نہ تو چٹنی کو سالن کی پلیٹ میں ڈالے اور نہ شوربے میں لقمہ بھگو کر پھر چٹنی اور سرکہ وغیرہ میں تر کرے کہ یہ چیزیں دوسروں کے لیے گھس اور نفرت کا باعث بنتی ہیں۔

جہاں تو از می

دوسروں اور عزیزوں کو نکال کر از می کے بارے میں کچھ لطائف ملاحظہ ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

اِذَا قَعَدَ قَدْحٌ عَلَى الْمَائِدَةِ فَاتَّقِ الْوُجُوہَ مِنْ
قَائِلِهِمَا سَاعِدَةً لِأَنَّ سَيْبَ عَيْنِهِمَا كَأَنَّ
سَيْبَ سِنَّ فَرَسَتَيْنِ
جب تم دسترخوان پر بیٹھو تو نشست کو طوں و در کو نہ
یہ ایسی گھڑیاں ہیں جو تھوڑی عمر میں محسوس نہ ہوں گی۔

اِنْسَانٌ مَعْنَى رَقْمِ صُلْحِ اجْتِنَانَاتِ بِرَبِّهِ وَاللَّيْلِ وَالرَّجُلِ
كُلُّ نَفْسَةٍ يَنْتَقِهَا الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ و
اَلْبُيُوتِ مَعْنَى دَوْلَتِهِمْ بِمَا سَبَّ عَلَيْهِمُ الْاَلِيَّةَ
انسان یعنی رقم صلی اجتنانات پر ربیہ والدین اور ان سے
کم درجے کے عزیزوں پر سبھ کرنا ہے اس سب کو حیا

الاففقہ الرجل علی اخوانہ فان اللہ
 لیستغنی عن ذالک -

ہو گا۔ سوا اس رقم کے جو وہ اپنے بھائیوں اور دوستوں
 پر خرچ کرے تب بھی کہ اللہ تعالیٰ اس کا حساب کرے گا۔
 تمہارے ہیں۔

حضرت علیؑ کا قول ہے:

لان اجدع اخوانی علی صاع من طعام
 احب الی من ان اعنق رقبتہ -

میرے نزدیک ایک ایک صاع کھانے پر احباب کا
 جمع ہونا ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے:

انسان کی شرافت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اس کے
 زاویہ راہ کی نوعیت کیا ہے اور وہ اپنے احباب کے لیے
 کیسے خرچ کرتا ہے۔

من کرم المسویح طیب زادہ
 فی سفسوہ بادلہ الاحمیاہ -

جہاں نوازی اور ایسے غریبوں کو کھانا کھلانے میں کیا اجر ہے جو اپنے امیر - اس سے متعلق کئی احادیث
 ہیں۔ ایک جگہ ہے:

یقول اللہ تعالیٰ للعبد یومر القیوم
 باین اذ رجعت قلبہ لقطع متی فیقول
 اطعمک و انت رب العالمین
 فیقول یاع اخوان المسلم
 قلبہ لقطعہ و اوامعہ کنت
 اطعمتہ -

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندے سے فرمائے گا
 اسے ابن آدم میں جو لوگ سے لاچار ہوا۔ لیکن تو نے مجھ
 کو ناکھانا یا بندہ کے گام میں آپ کو کیسے کھلا سکا
 تھا۔ جب کہ آپ پوری کائنات کے پروردگار ہیں۔ اللہ
 فرمائے گا تو اور ایک مسلمان جانتا چاہتا ہے لیکن تو نے
 اسے نہیں پوپھیا تو اگر اس کو کھانا کھلا دیتا تو کتنا کھانا

ایک حدیث میں ہے:

جب کوئی تم سے ملے اسے تو کرم سے پیش آؤ۔

اذ اجاءکم الذاریف اکرسوا

ایک اور حدیث میں ہے:

خیر کہ میں اطعمہ الطعماء۔ تم میں کا بہترین وہ ہے جو دوسروں کو کھانا کھاتا ہے۔
لیکن اس ہمال نوازی اور دعوت، سب کچھ کچھ آداب اور خدو ہیں۔ مثلاً کسی شخص کے لیے یہ زیبا
نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے عین کھانے کے اوقات ان سے ملنے جائے۔ یہ مناجات (اچانک پہنچ جانا)
اور تریں (انتظار کرنا) ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

لا تدخلوا بيوت النبي الا
يوذن لکم الی طعماء غیر ناظرین
انما - اعزاب - ۵۳ -
مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جا یا کرو مگر اس صورت
میں کہ تم کو کھانے کی اجازت دی جائے اور اس کے پکنے
کو انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔

آں حضرت نے اس عادت سے کچھ آگے ساتھ روکا ہے۔ حدیث میں ہے:

من مشى الی طعماء لم یذع الید
من مشى فاستقوا و اکل حراماً۔
جو شخص کھانے کے نام سے کسی محل کو جاتا ہے ہانا کرے
دعوت، نہیں دینی کسی تو اس نے منی مول لیا اور حرام کھایا۔
ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا نام کسی کے پاس پہنچ جائے اور اسے ان کے کھانے کے اوقات
معلوم نہ ہوں۔ ایسی صورت میں اگر اسے کھانے کے لیے کہا جائے تو اسے قبول کرنا چاہیے یا نہیں۔ اس مسئلہ
میں عورت بات واصل یہ ہے کہ آیا یہ دعوت پر بلائے ہوئی ہے یا غلط ہے۔ یہی اصل شرم حشر کی وجہ
سے ہے۔ اگر پہلی صورت ہے تو قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر دوسری صورت ہے تو ہنری ہے۔ کراں
جائے اور نہ کھائے۔

ایک اور صورت ہے کہ ایک شخص تعلقات اخلاص و دوستی کی بنا پر اپنے بعض دوستوں کے پاس
اس ارادے سے جاتا ہے کہ وہاں کھانا کھائے گا اس لیے کہ صاحب خانہ ان کی اس طرح کی آمد کو مستحکم سمجھ کر اسے
اپنے لیے باعث برکت و سعادت قرار دیتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حدیث میں آتا ہے ایک مرتبہ
آن حضرت، حضرت البرکہ صریحاً، الی ارباب الفسادی کے مکان پر خاص کھانے کی نیت سے
تشریف لے گئے اور کھانا تناول فرمایا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کسی عزیز یا دوست کے مکان پر اس کی غیر عارضی میں اچانک پہنچ

گئے اور اذرا ہا یہ تکلفی خود ہی کھانی یعنی لیا۔ اس کی بھی اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ آپ کو پہلے سے یقین ہو کہ صاحب خانہ تکلف آپ کی ساری تکلفی اور اظہار و کلام کا علم ہوگا تو وہ اس پر رضا تری ہوگا، الٹا خوش ہوگا۔ کہ آپ نے اس درجہ اس پر اعتماد کیا، اور اس کو اپنا سمجھا۔ اس کی مثال اس حضرت کے اسوہ سے ملتی ہے۔ اس حضرت پریرہ کی غیر حاضری میں اس کے مکان پر تشریف سے گئے۔ اور وہ یہاں کہ کھجوریں رکھی ہیں۔ آپ نے با تکلف تناول فرمائیں۔ قرآن حکیم میں بھی اس اجازت کی طرف اشارہ ہے:

اد صمد یقظک۔۔۔ نور۔ ۶۱

یا اپنے وہ معنوں کے کھجور سے۔ یعنی ان کے ہاں جو تم

کھا سکتے ہو،

ان حضرت کے علاوہ صلوات میں بھی اگر نزع کیے تکلفی کے اکثر واقعات ملتے ہیں۔ چنانچہ محمد بن داہح اور ان کے دوستوں کا رسول تھا کہ اکثر حضرت حسن کی غیر حاضری میں ان کے مکان پر آتے اور جو کچھ پاتے کھا جاتے۔ ان کو جب اس بے تکلفی کا علم ہوتا تو بدبو عایت مخلوط ہو سکتا اور فرمایا کرتے:

ہکذا اکنا۔ ہمارا معاملہ بھی اپنے دوستوں سے اسی طرح کا رہا ہے۔

خود حضرت حسن کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہضم نہ ہوئی تھی تو کھانا بازار میں بھال کی دکان پر کھڑے پہلے کھا رہے ہیں۔ اور وہ بھی اس کی اجازت سے کھانے کے بعد اس انداز سے کہ کبھی انگریز اٹھاتے ہیں اور نکل جاتے ہیں اور کبھی خراب کھڑا رہتے ہیں اور منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس پر ہضم نہ اعتراض کیا کہ حضرت یہ کہاں کا کھڑا رہتے ہیں کہ دکاندار سے یو پچھے بغیر اس کے مال پر اس بے دریغی سے ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا اذرا وہ آیت تناول تکلفی جس میں لکھا ہے پہلے کے آداب کا تذکرہ ہے۔ انھوں نے آیت پڑھی اور جب اس لفظ پر پہنچے

اد صمد یقظک۔۔۔

تو فرمایا: جہاں آپ نے آیت پڑھی ہے وہاں کواد کی جگہ وہاں دوست کی تشریف بھی بیان کیجیے۔ انھوں نے کہا دوست وہ ہوتا ہے کہ جس سے دل کر قلب و ذہن ایک طرح کی راحت وطمینان محسوس کرے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ بیکار میرا ایسا ہی دوست ہے۔

یہاں تک تو ان آداب کا تعلق تھا جو کسی کے ہاں جاننے سے متعلق ہیں۔ اب ہم ان آداب کا ذکر کرتے ہیں جو کھانا پیش کرنے کے بعد سے ہیں۔

کھانا پیش کرنے کے آداب

اس سلسلہ کی پہلی بات یہ ہے کہ تکلف سے پرہیز کیا جائے۔ اور جو موجود ہو اسے مہمان کے ساتھ بغیر کسی جھجک کے رکھ دیا جائے۔ اور قرص کی زحمت سے جتنے الامکان اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے حضرت فضیل نے تکلف کے مناسبت سے متعلق کئی حقیقت پر مشتمل بات کہی ہے:

انما تقاطع الناس بالذکوف	لوگوں میں قطع علاقوں کی رسم تکلف ہے، گوہر سے بڑی
یہ عوا الحدیث احوال فیتکلف	کیونکہ ہوا یہ کہ کسی نے اپنے آپ کو کھانا کو کھانے پر لیا
لہ۔ فقط طوع عن الوجوع	اور پھر ایسے تکلف سے کام لیا کہ اسی کو دوبارہ اس
الیہ	کے ہاں جاننے کی جرات نہیں ہوئی۔

تکلف کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ بال بچوں کو بھوکا رکھ کر کہاں تو ازی کا فرض انجام دیا جائے یہ بھی غلط ہے جو حضرت علیؓ نے کہا ہے یہ بلایا تو آپ نے فرمایا۔ دعوت منظور۔ یہ مگر تین شرطوں پر لانا اصل من اللہ بن شیمان کولہ ایک تو زار سے کوئی چیز نہ آئے اور دوسری جو کچھ ہے اس

تو خود ما رقی المہبت۔ اور اچھا صفت۔ ان حضرت نے جو تکلف سے روکا ہے۔ حدیث میں ہے: کیا فرمائش کرنا درست ہے؟

قال سلمان اعدوا رسول اللہ	حضرت سلمان کہتے ہیں حضورؐ نے ہمیں حکم دے رکھا تھا
صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تکلف	کہ جو موجود نہ ہو اس کے لیے تکلف نہ کرنا چاہئے۔ اور
ما لیس عندنا وان تقدرا الیہ ما حضرنا	ما حاضر پیش کر دینے پر اکتفا کیا جائے۔

دوسری چیز جس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ زائر یا مہمان کھانے کی کوئی چیز نہ تجویز کرے اور کچھ خاص کھانے پر زور ہی دے۔ بلکہ اگر ہر سبیل تذکرہ مہمان دو تین کھانوں کا ذکر

بھی کر دے تو صاحبِ فائز ان میں جو سہل تر ہو اس کو اختیار کرے۔ اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو سختی میں نہ ڈالے۔ لیکن اس میں بھی صاحبِ فائز کی استطاعت اور تعلقات کی نوعیت کو ملحوظ رکھا جائے گا جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر صاحبِ فائز کی استطاعت ہے اور فرمائش سے خوش ہونا ہے تو اپنی طرف سے کھانا تجویز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سلف کے واقعات میں اس نوع کی مثالیں ملتی ہیں چنانچہ شافعی جب بغداد گئے اور زعفرانی کے ہاں ٹھہرے تو ان کا معمول تھا کہ صبح و شام جو کچھ کھانا ہوتا کھے کہ لوٹڈی اسکے پیرو کر دیتے اور وہ ان ہدایات کے مطابق کھانا تیار کرتی۔ امام شافعی کو اس پر یہ تے تکلف نہ بھی کہ ایسی پر اپنی طرف سے کچھ کھانوں کا اضافہ کر دیتے اور لوٹڈی سے کہتے یہ بھی پکے گا۔ زعفرانی کو جب معلوم ہوا تو اس پر بے حد خوش ہوئے اور اس خوشی میں اس لوٹڈی کو کھانا کر دیا۔ ایک صاحب نے اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع بات کہی ہے۔

الاکل علی ثلاثہ انواع مع
الفقراء بالایشاد مع الاستخوان
بالانيساط و مع ايتار الو نيا
بالادب۔

کھانے کی تین قسمیں ہیں۔ فقراء کے ساتھ اتفاق ہوا تو
اشارہ سے کام لے۔ دوستوں کے ساتھ کھانا پائے تو
بغیر تکلف کے خوشی کھانے اور ایسا دنیا کے ساتھ ساتھ
پڑے نوادب کو ملحوظ رکھے۔

کھانا پیش کرنے سے متعلق تیسرا ادب یہ کہ کھانا اور تیار کے دل میں اشتہا اور رغبت کے دو اٹھاکر کسانے کی کوشش کرے۔ اور اسے بتدبیر کہ کھانا کس درجہ لذیذ ہے۔ کتنا عمدہ اور صحت بخش ہے اور اس کو کیوں کھانا چاہیے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ کھانا سمیہ نہ پوچھے کہ کیوں حضرت کھانا لاؤں۔ بلکہ جو کچھ بھی موجود ہے وہ لا حاضر کرے۔ ثور ہی کا قول ہے:

اذا اراد ان ياكل فاولك نيا ثقيل له
انا اكل او اقل مر اليك و اكون قد مر
فان اكل و الا دفعه۔

جب کوئی تیرا بھائی تجھے منے کے لیے آئے تو یہ نہ کہو کہ
کیا کھانا کھاؤ گے۔ یا میں کھانا پیش کروں۔ بلکہ کھانا
لے آؤ اور پیش کر دو۔ اگر وہ کھائے تو خیرا اور نہ کھائے

ہمان کے ساتھ ہر حال اس کہ ذوق و حاجت کے مطابق معاملہ ہونا چاہیے۔ ایک عسوقی کا

کنا ہے۔

اذا دخل علیکم الفقراء،
 فقد موالیہم طعاماً وادخل
 الفقهاء فسلوهم عن مسئلتہم وادخل
 الفقراء فدلہم علی المسعورین۔

اگر تم سے ملنے کوئی فقیر آئے تو اسے کسا کسلاؤ اگر
 فقیر آئے تو اس سے مسائل پوچھو۔ اور اگر کوئی قاری
 آئے تو اس کو جواب کا پتہ وہ بیچو اس سے قرآن سنو
 اور اس کے پیچھے نماز پڑھو۔
 (ربانی آئینہ)

اقبال کا نظریہ اخلاق

مصنف پروفیسر سعید احمد رفیق

انسانی ترقی کی عمارت جن بنیادوں پر استوار ہے ان میں ایک اخلاق بھی ہے
 چنانچہ علامہ اقبال نے اپنی تصنیف تحفیروں اور اشعار میں اخلاق پر ہمیشہ زور
 دیا ہے۔ اقبال کے فلسفہ حیا انسان میں انفرادی اور اجتماعی اخلاق اور اخلاقی
 اقدار کی ہر اہمیت ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کو بڑی خوبی سے واضح کیا
 گیا ہے۔ قیمت جلد ۴ روپے، غیر جلد ۲ روپے
 ملنے کا پتہ:

سیکرٹری ادارہ تعارف اسلامیا، کلب روڈ لاہور